اسلامی معاشرہ میں تہواروں کی شرعی حیثیت کا تحقیقی مطالعہ

عبدالقدوس صہیب*

آسیہ شفیع**

توقیر اسلم***

تعارف:

انسانی زندگی میں خوشی اور مسرت کا حصول فطرت کا تقاضا ہے۔ اس کو حاصل کرنے کے لئے فطرت مختلف طریقے تلاش کرتی رہتی ہے۔ ان میں سے کچھ خوشی کے طریقے قومی و بین الاقوامی، مذہبی اور کچھ علاقائی اور مقامی تہوار بن جاتے ہیں۔ ان تہواروں کے ذریعے انسانی زندگی میں بہت سی مسرتیں حاصل ہوتی ہیں اگر یہ تہوار نہ ہوں تو زندگی بہت خشک اور بے رونق ہو جائے جو کہ انسانی فطرت کے بالکل برعکس ہے۔ اس لئے اسلامی معاشرہ میں مختلف تہواروں کا انعقاد کیا جاتا ہے تا کہ انسان اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرسکیں۔ یہ خوشی و مسرت کے ایام اصل میں شکرانِ نعمت کا ایک ذریعہ بھی ہیں۔ ہم ذیل میں تہوار کی حقیقت اور اس کے تاریخی پس منظر کا جائزہ لیتے ہوئے اسلامی تہواروں کی اصل روح کو قران وسنت کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

علمی لغت کی رو سے تہوار کے معنی یہ بیان کئے گئے ہیں:

(i) خوشی کا دن (ii) سالانہ رسم کا دن (جو برسوں سے چلا آرہا ہے) (۱)

تہوار ہندی زبان کا لفظ ہے اس کے معنی ''خوشی کا دن'' اور ''مذہبی تقریبات'' کے ہیں۔

یعنی کوئی مذہبی تاریخی دن جسے خوشی کے ساتھ کسی واقعاتی یا شخصی تعظیم کی یاد میں منایا جائے ''تہوار'' کہلاتا ہے۔ یہ کثیر المقاصد اصطلاح مذہبی، غیر مذہبی اور روایتی تقریب وجشن کا احاطہ کرتی ہے۔ خصوصاً وہ دن جو مقامی اور قومی سطح پر خوشی کی خاطر اکھٹے ہونے کے لئے ہیں۔ آکسفورڈ انگلش ڈکشنری میں اس کے مفہوم کی وضاحت ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

A Religious anniversary appointed to be observed with regoicing in commoration of some event or in honour of some personage. (۲)

---

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ/ ڈائریکٹر اسلامک ریسرچ سینٹر، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

** ریسرچ سکالر، اسلامک ریسرچ سینٹر، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

*** ریسرچ سکالر، اسلامک ریسرچ سینٹر، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

تہوار ایک خاص مدت کے بعد دہرائے جانے والے دن یا موسم ہیں جو کسی گروہ کے لئے مخصوص ہوتے ہیں اور محنت کے بعد آرام کا باعث ہوتے ہیں۔ اور کم وبیش مذہبی عوامل میں گندھے ہوتے ہیں۔ یہ خوشی کے مواقع ہوسکتے ہیں۔ بعض دفعہ یہ عظیم لوگوں کی زندگی کی یاد میں منائے جاتے ہیں۔ اور اس موقع پر ان تہواروں میں کھیل، گیت، رقص اور دیگر تقاریب کا سہارا لیا جاتا ہے۔

تہوار یا میلے خوشی منانے کے مخصوص اوقات ہیں یہ زیادہ تر سال میں ایک مرتبہ منعقد ہوتے ہیں اور چند دنوں تک قائم رہتے ہیں۔ بہت سے تہوار اور میلے عظیم رہنماؤں، صوفی بزرگوں یا پھر روحانی جذبوں کی تعظیم کے لئے منائے جاتے ہیں۔ ان میں سے کچھ خوشی کے موقع پر، کچھ فصلوں کی کٹائی پر، کچھ سال یا موسم کی شروعات پر اور کچھ تاریخی واقعات کی یاد میں منائے جاتے ہیں۔ تہواروں یا تاریخی یادگاروں کے ماخذ اور بنیادوں کی جس قدر تحقیق کی جائے اس سلسلے کی آخری کڑی کوئی ملک، کوئی قوم اور کوئی حکومت نظر آئے گی۔

تہوار زمانہ قدیم سے انسانی معاشرہ کا ایک اہم جزو رہے ہیں بعض قومیں اپنی تاریخ کے اہم واقعات کی یاد تازہ کرنے کے لئے یہ تہوار مناتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان تہواروں کو ان قوموں کی زندگیوں میں اہم مقام حاصل ہے۔

رفیع اللہ شہاب رقم طراز ہیں:

''تہوار عام طور پر مذہبی جوش وجذبے سے منائے جاتے تھے بلکہ رفتہ رفتہ مذہبی تقدس حاصل ہوگیا۔ ان تہواروں کی وجہ سے قوموں میں یک جہتی کا جذبہ پیدا ہوتا اور ان کی ثقافتی اور عملی ترقی میں مدد ملتی''۔(۴)

دنیا کے تمام مذاہب اور اقوام میں مختلف ملی وقومی تقریبیں اور یادیں منانے کا طریقہ زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے۔ ہر ملک وملت کے افراد اپنی تقاریب کو نہایت فخر وانبساط اور مسرت وشادمانی سے مناتے ہیں بعض دفعہ ان تقاریب کو اجتماعی اور قومی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے کیونکہ یہ تقاریب وتہوار کسی قوم کو سمجھنے اور اس کی مجموعی قدر وقیمت اور حسن وتوازن کا اندازہ لگانے کے لئے مددگار ہوتے ہیں۔ یہ تقاریب اجتماعی احساسات کو تیز کرتی ہیں اور ذہنوں میں خاص توجہ پیدا کرتی ہیں۔ ان سے قوم وملت کے اعلیٰ نصب العین میں تازگی، عمل میں تیزی، جذبات میں فرحت، معلومات میں وسعت اور خیالات میں مزید رفعت پیدا ہوتی ہے۔ انہی کے ذریعے تاریخ میں بڑی بڑی مہمات طے پائی ہیں۔ اور انہی کی بدولت قومی تعمیر وترقی میں مدد حاصل ہوتی ہے۔ فرد اور قوم دونوں اس سے استفادہ کرسکتے ہیں۔ درحقیقت کسی قوم کے مقاصد کی تکمیل وتبلیغ کے لئے یہ ایک نہایت سودمند طریقہ ہے۔ تہواروں اور تقاریب کے منانے سے ہی کسی قوم میں تنظیم، اخوت اور محبت کے زبردست کام لئے جاسکتے ہیں۔(۵)

تہواروں کی مختصر تاریخ:

تہواروں کا رواج غالباً انسانی تمدن کے ساتھ ہی شروع ہوا اور آج تک من وعن جاری ہے اور آئندہ بھی جاری

رہے گا۔ گویا انسانی زندگی اور تہوار ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں۔ تہوار منانے کی اہمیت کو ہر ملک اور قوم نے سمجھا ہے اور یہ رواج ہزاروں سال سے چلا آرہا ہے۔

تہوار جو عموماً دنیا کے مختلف ملکوں اور قوموں میں منائے جاتے ہیں ان کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر تہوار یا تو کسی اہم تاریخی واقعہ کی یادگار میں منایا جاتا ہے یا تو کسی شخص کی ذات سے منسوب ہوتا ہے یا تو کسی مذہبی تقریب سے تعلق رکھتا ہے۔ بہر حال تہوار کے لئے کوئی نہ کوئی ایسی تقریب ضروری ہے جو ایک قوم کے افراد یا ایک ملک کے باشندوں کے لئے مشترک دلچسپی کی چیز ہو اور جس میں ان کے گہرے جذبات وابستہ ہوں۔

تہوار اور میلے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ (i) مذہبی (ii) موسمی

(i) مذہبی:

مذہبی تہواروں میں کسی مذہب کی مخصوص روایات کی ترجمانی کی جاتی ہے۔ ان میں سے بعض تہوار اجتماعی ورثے سے بھی تعلق رکھتے ہیں اور کئی سالوں سے متواتر وقوع پذیر ہورہے ہیں۔

(ii) موسمی:

موسمی تہواروں کا تعلق اس علاقے کی فصل کے کٹنے یا کسی پھل کے پکنے سے ہوتا ہے۔ کبھی اس کا تعلق کسی پہاڑ، دریا، برف کے جمنے یا برف کے پگھلنے سے اور کہیں اس کا تعلق کسی افسانوی جن یا دیوتا سے ہوتا ہے۔(٦)

تہواروں کی اس اہمیت کو سامنے رکھتے ہوئے تاریخ کے مختلف ادوار میں مصلحین نے ان کے ذریعے اپنی اپنی قوموں کی اصلاح کا کام بھی لیا ہے۔ ان تہواروں کے حوالے سے انہوں نے اپنی قوموں کی حالت کو سدھارا ہے تاہم وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان تہواروں میں ایسی ایسی فضول رسمیں شامل ہوتی گئیں جن کی وجہ سے ان تہواروں کی افادیت آہستہ آہستہ ختم ہونا شروع ہوگئی تاہم اس کے باوجود ان کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ دین اسلام نے انہیں ختم کرنے کی بجائے انہیں اسلامی تعلیمات کا ایک حصہ بنا دیا۔ یہاں تک کے بعض تہواروں کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ ان کو جوش وخروش سے منائیں۔ مثلاً عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔ ایک روایت میں ہے:

"عن انس قال قدم رسول الله ﷺ المدينة ولهم يومان يلعبون فيهما فقال ماهذا ان اليومان قالوا كنا نلعب فيهما فى الجاهلية فقال رسول الله ﷺ ان الله قد ابدالكم بهما خيراً منهما يو ما الاضحى ويوم الفطر۔"(٦)

ترجمہ: "حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ (ہجرت کے بعد) رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے۔ (اہل مدینہ نے) دو دن کھیل کود کے لئے مقرر کر رکھے تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ دو دن کیسے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ زمانہ جاہلیت میں ہم ان دنوں میں کھیلا کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا" اللہ تعالیٰ نے ان دنوں کے بدلہ میں تمہیں ان

دنوں سے بہتر دو دن عطا فرمائے ہیں۔ایک یوم الاضحیٰ اور دوسرا یوم الفطر"۔

اسلام میں خوشی منانے کا انداز:

دوسرے مذاہب کے برعکس اسلام نے خوشی منانے کا جو انداز مقرر کیا ہے وہ ان سب سے نرالا ہے۔اسلام نے خوشی اور غمی منانے کے بارے میں بھی احکامات صادر کئے ہیں اور ایک حد کے اندر رہ کر خوشی اور غمی منانے کی ترغیب دی ہے۔رئیس احمد جعفری لکھتے ہیں:

"اسلام میں خوشی سے مراد وہ سکون قلب اور ذہنی و روحانی اطمینان ہے جو کسی بڑے فرض کی بجا آوری کے بعد حاصل ہوتا ہے اور یہ امر اسلامی تہواروں کی حقیقی روح تک پہنچنے سے پوری واضح ہو جاتا ہے۔اسلامی تہواروں کی بنیاد ان مذاہب کے برعکس روحانیت پر ہے۔ان مذاہب کے تہواروں پر عیش وطرب اور لہو ولعب کے خاص پروگرام رکھے گئے ہیں۔لیکن اس کے برعکس اسلامی تہواروں میں ذکر وعبادت کے پروگرام ملتے ہیں۔کیونکہ مسلمانوں کا جشن اور ماتم ،خوشی اور غم ،مرنا اور جینا جو کچھ ہے اللہ کے لئے ہے۔"(۷)

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَo لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَo﴾(۸)

ترجمہ: "آپ فرما دیجئے کہ بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے۔جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور سب سے پہلے سر جھکانے والا میں ہوں۔"

ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں کہ:

"دیگر اقوام کے جشن ونشاط ،لذائذ دنیاوی کے حصول اور خواہشوں کی کام جوئیوں میں ہیں۔مگر امت مسلمہ کے ارادے مشیت الٰہی کے ماتحت اور خواہش رضائے الٰہی کی محکوم ہیں۔اور مسلمانوں کے لئے سب سے بڑا جشن یہ ہے کہ ان کے سر خدا کی اطاعت میں جھکے ہوں اور زبان اس کی حمد وتقدیس سے لذت یاب ہو۔"(۹)

اسلام نے تہواروں کے منانے کا جو طریقہ مقرر کیا ہے اس کے مطابق ہر مومن خواہ بڑا ہو یا چھوٹا ،دولت مند ہے یا مفلس ،عالم ہے یا عامی ،حاکم ہے یا محکوم غرض قوم کے اسود واحمر کا ایک فرد جس وقت تک اپنی معطر پیشانی کو زمین پر رکھ کر خوشبودار بالوں کو خاک آلود نہ کر لے اور بارگاہ ایزدی میں سجدہ ریز ہو کر صرف خدا ہی کی برتری اور حاکمیت اعلیٰ کا سچا اعتراف اور باقی ساری کائنات کے عجز ومحکومیت کا مساوی حیثیت سے عملی مظاہرہ نہ کر لے اور بنیادی حیثیت سے انسانی عمل اس میں شامل نہ ہو جائے۔ان تہواروں میں شمولیت کے دعویٰ کا وہم تک بھی دل میں نہیں لا سکتا اور قطعاً نہیں کہہ سکتا کہ میں نے عید منائی ہے۔"(۱۰)

اسلام نے مسلمانوں کو دو تہوار منانے کے لئے عطا کئے ہیں۔ان دونوں تہواروں کو اللہ تعالیٰ کی بڑائی ،حمد وثناء

اور خوشی و مسرت کے ساتھ منانے کا طریقہ کار سنت نبویؐ سے ملتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے مسلمانوں کے لئے عیدین کو اسلامی تہواروں کے طور پر بھرپور انداز میں منایا اور اُن کی اہمیت، ضرورت کو بھی بیان کیا ہے اور ان دو تہواروں کو (i) عید الفطر (ii) عید الاضحیٰ کہتے ہیں۔ آیئے ان دونوں کا ایک تحقیقی جائزہ لیتے ہیں۔

عید الفطر:

عید الفطر مسلمانوں کا ایک مذہبی تہوار ہے جو کہ ہر سال یکم شوالؐ کو منایا جاتا ہے۔ ماہ صیام کے روزوں کے بعد یہ تہوار منایا جاتا ہے اور اس دن روزہ رکھنے کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ یہ عید کا دن ہے اور خوشی کا دن شمار ہوتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو تحفتاً عنایت کیا گیا ہے۔ کیونکہ مسلمان ماہ صیام میں سارا دن اللہ کے حکم کے مطابق کھانے پینے سے پرہیز کرتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے یکم شوال کو یہ دن مقرر کیا ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں اور عید منائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس دن غریبوں کا خیال رکھنے کا بھی حکم دیا گیا ہے کہ وہ بھی اس تہوار میں دوسروں کے ساتھ خوشیوں میں شریک ہوں اس لئے مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ صدقہ فطر ادا کر کے غریبوں کو اپنے ساتھ خوشیوں میں شامل کریں۔ اس کی اہمیت کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کہ خود اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو یہ تہوار خوشی منانے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ط هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾ (۱۱)

ترجمہ: ”کہہ دیجیے کہ اللہ کی عظمت اور اس کی شفقت میں لوگ یہ خوشی منائیں بجائے اس کے کہ وہ مال جو جمع کر رکھیں۔“

عید الفطر کا دن قرآن پاک کے نزول کے عظیم موقع کی نشاندہی کرتا ہے۔ رمضان کا مہینہ نزول قرآن کے لئے منتخب کیا گیا ہے۔ قرآن مجید نے رمضان شریف کا جو واضح مقصد بتایا ہے وہ یہ ہے:

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ (۱۲)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔“

اس آیت مبارکہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ روزوں کی اس عبادت کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کی روحانی ترقی تقویٰ سے ہو اور یہی چیز مندرجہ ذیل آیت میں بھی بیان کی گئی ہے۔

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ط وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ط يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ (۱۳)

ترجمہ: ”رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کی گیا جو مسلمانوں کے لئے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح

تعلیمات پر مشتمل ہے۔ جو راہ راست دکھانے والی حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں اور جس ہدایت سے اللہ نے تمہیں سرفراز کیا ہے۔ اس پر اللہ کی کبریائی کا اظہار و اعتراف کرو اور شکر گزار بنو۔"

ہر دور کے مسلمانوں سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ بھی معاشرے کے قیام کے لئے کام کریں۔ تاہم یہ ایک بہت ہی عظیم اور مشکل کام ہے جس کے لئے سخت محنت اور کوشش کی ضرورت ہے۔ قرآن مجید کے نزول سے پہلے اس دنیا پر انسان کے بنائے ہوئے قوانین کا غلبہ تھا۔ ان قوانین کے ذریعے معاشرے کے کمزور طبقات کا استحصال کیا جاتا تھا۔ آج بھی صورتحال کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے۔ لیکن قرآن مجید اس دنیا سے استحصال ختم کر کے ایک ایسا معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے کہ جس میں کوئی کسی کا حق غصب نہ کر سکے۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام نے دور اول میں ایسا ہی مثالی معاشرہ قائم کیا تھا۔ لیکن اس مقصد کے لئے انہیں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور مصائب برداشت کرنا پڑے۔ اللہ تعالیٰ جو علیم وخبیر ہے۔ اسے اس راستے کی ان مشکلات کا علم تھا۔ اس لئے اس نے مومنوں میں سے ان کے مقابلے کی ہمت پیدا کرنے کا انتظام بھی فرمایا دیا۔ اس مقصد کے لئے قرآن مجید ایک ایسے مہینے یعنی رمضان المبارک میں نازل فرمایا گیا کہ جو مسلمانوں کو تکالیف برداشت کرنے کے قابل بناتا ہے اور جس کے نتیجے میں ان میں صبر کی زبردست طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ (۱۴)

اس تربیت کے دوران مومنین پورے ایک ماہ کے روزے رکھتے ہیں۔ جس کے اختتام پر ان کو عید الفطر کی تقریب منانے کا موقع دیا جاتا ہے۔ عید الفطر کی تقریب دراصل اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکرانہ ہے کہ اس کے فضل اور رحمت سے رمضان المبارک کا اہم فرض انجام دیا گیا۔

"نفسیاتی طور پر دیکھیے کہ اسلام نے عید الفطر منانے کا وہ دن منتخب کیا ہے جبکہ ہماری روحانیت عروج پر ہے ہم رمضان المبارک کے تیس روزوں میں اپنے قلب ونظر کی زیادہ سے زیادہ تعمیر کر چکے ہیں۔ جب ہمارے سامنے دنیا کی کشش کم سے کم ہے اور اپنے مالک حقیقی کی خوشنودی زیادہ سے زیادہ۔" (۱۵)

عیدیں انسان کے عقیدہ اور عمل پر بہت زیادہ اثر کرتی ہیں، اس لیے ہر مذہب وتہذیب میں ان کا ایک خاص مقام رہا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ﴾ (۱۶)

ترجمہ: "ہم نے ہر امت کے لئے اجتماعی دن بنائے جنہیں لوگ جمع ہو کر مناتے ہیں۔"

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن م بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ط﴾ (۱۷)

ترجمہ: "ہم نے ہر امت کے لئے ایام حج بنائے تا کہ اپنے رزق پر اللہ کا نام لیں۔"

عید الفطر کے دن دو خوشیاں:

’’اس دن دو قسم کی خوشیاں جمع ہو جاتی ہیں طبعی اور عقلی۔ طبعی خوشی تو ان کو اس لئے حاصل ہوتی ہے کہ روزہ کی عبادت شاقہ سے فارغ ہو جاتے ہیں اور محتاجوں کو صدقہ مل جاتا ہے اور فرحت عقلی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عبادتِ مفروضہ کے ادا کرنے کی ان کو توفیق عطا فرمائی اور ان کے اہل وعیال کو دوسرے سال تک باقی رکھنے کا ان اپر انعام کیا۔‘‘(۱۸)

’’اگر چہ دنیا کی ہر قوم اپنے تہوار بڑی عقیدت اور دھوم دھام سے منانے کی کوشش کرتی ہے۔ لیکن جو روحانی مسرت مسلمانوں کو عید میں حاصل ہوتی ہے اس کی مثال دنیا کی کوئی دوسری قوم پیش نہیں کر سکتی۔ وہ جب نماز عید کے اجتماع میں کمال وعجز سے اپنی پیشانی سجدے میں رکھ کر اپنے خدا کی شان وعظمت کا اقرار کرتا ہے تو رب العالمین اسے اپنا بندہ بنالیتا ہے۔ اور اس پر راضی ہو جاتا ہے۔‘‘(۱۹)

عید الفطر عالم اسلام کا ایک تہوار ہے۔ جس میں اسلامی برادری کا ہر فرد خواہ وہ کسی بھی مکتبہ فکر یا عقیدہ سے تعلق رکھتا ہو، اجتماعی زندگی کے اس عظیم الشان اور ایمان افروز مظاہرے میں حسب توفیق شامل ہوتا ہے۔ یہ مقدس تہوار ثابت کرتا ہے کہ مسلمان مذہبی طور پر ایک ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں۔

روحِ عید:

اسلامی تہوار نفسیاتی، قومیتی یا شخصیاتی تصورات کے آئینہ دار نہیں۔ بلکہ اجتماعیت عامہ کے حامل ہیں اور یہ اجتماعیت عامہ جبکہ وطن، قوم، نسل، شخصیت کے تصور سے نہیں بن سکتی تھی۔ بلکہ ان سب سے بالاتر اور مافوق ذات سے وابستگی سے ہی بن سکتی تھی۔ جس کا نام پاک اللہ رب العزت ہے۔ تو ان تہواروں کی روح اسی کی عظمت مطلقہ قرار دی گئی ہے، چنانچہ عید کی نماز کیلئے جب مسلمان چلتے ہیں تو رنگ پھینکتے ہوئے یا کسی شخصیت یا قومیت کے نعرے لگاتے ہوئے نہیں چلتے بلکہ:

”اللہ اکبر اللہ اکبر لآالہ الاّاللہ و اللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد۔“

عید الفطر میں آہستہ آہستہ اور عید قربان میں با آواز بلند، تہوار کیلئے روانگی ہوتی ہے تو کبریاء الٰہی عظمت خداوندی اور توحید حق کے اعلان کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس میں نہ شور ہے نہ شر، نہ ہنگامہ آرائی ہے، نہ میلوں ٹھیلوں کی شان ہے۔ بلکہ قدوسیوں، سبوحیوں اور مقدس ملائکہ صفوں کی طرح تسبیح الٰہی اور تقدیس ربانی کہتے ہوئے روانہ ہوتے ہیں۔ عید گاہ میں پہنچ کر بھی تسبیح وتہلیل جاری رہتی ہے۔ اس کے بعد امام آگے بڑھتا ہے اس کے بعد تکبیر تحریمہ کہتے ہی مکبر تکبیرات کی آوازیں بلند کرتے ہیں۔ تلاوت قرآن ہوتی ہے۔ سب مقتدی سکون وخشوع کے ساتھ اسے سننے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ رکوع وسجود سے اپنے مالک کے سامنے بندگی کا ثبوت دیتے ہیں اور آخر کار سلام پھیر کر پھر تکبیر کی صدائیں بلند ہونے لگتی ہیں۔ (۲۰)

عید منانے کا طریقہ:

مسلمانوں کے لئے وسیع پیمانہ پر اجتماعی اظہار مسرت کا موقع عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن پیش آتا ہے۔رسول اکرم ﷺ نے اجازت فرمائی ہے کہ ایام عید میں اہل اسلام خوشی کا اظہار کریں ،کھانے پینے ،کھیل ،تماشے ،گانے اور اچھا لباس زیب تن کرنے کے اعتبار سے رسول اللہ ﷺ نے ان ایام کو کھانے پینے کے دن قرار دیا ہے اور ان ایام میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

قرآن مجید میں ایک قوم کی خوشی کے دن زیب و زینت اور لوگوں کے مل بیٹھنے کے حوالے سے ذکر کیا گیا ہے۔

﴿قال موعد کم یو م الذینة وآن یحشر الناس ضحی۔﴾(۲۱)

ترجمہ: ''کہا (موسیٰ نے) تمہارا وعدہ کا دن زیب و زینت کا دن ہے اور جس میں لوگ دن چڑھے اکٹھے ہوں گے۔''

عید کے لیے تیاری کرنا:

عید کے دن بناؤ سنگھار کی اجازت دی گئی ہے۔درج ذیل حدیث سے اس بات کی تائید ہوتی ہے۔

"اخذ عمر جبة من استبرق تباع فی السوق،فأخذ هافأتی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فقال:رسول الله ،ابتع هذه تحمل بها للعید والوفود ،فقال له رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم:انماهذه لباس من لاخلاق له ،فلبث عمر ماشاء الله أن یلبث ،ثم أرسل الیه رسول الله صلی الله علیه وسلم بجبة دیباج فأ قبل بها عمر فأتیَ بها رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال: یا رسول الله ' انك قلت انما هذه لباس من خلاق له وأرسلت الی بهذه الجبّة، فقال له رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ' تبیعها وتصیبُ بها حاجتك۔" (۲۲)

ترجمہ: ''حضرت عمرؓ ایک موٹے ریشمی کپڑے کا چغہ جو بازار میں بک رہا تھا لے کر آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ یہ آپ خرید لیجئے عید کے دن اور قاصدوں کے آنے کے وقت (اس کو پہن کر) بناؤ کیجئے۔آپؐ نے ان سے فرمایا یہ تو وہ پہنے گا جو آخرت میں بے نصیب ہے۔پھر عمرؓ جب تک اللہ نے چاہا ٹھہرے رہے اسکے بعد آنحضرت ﷺ نے خود ان کو ایک ریشمی چغہ (تحفہ) بھیجا۔حضرت عمرؓ وہ چغہ لے کر آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپؐ نے تو یہ فرمایا تھا کہ اس کو وہی پہنے گا جو (آخرت میں) بے نصیب ہے۔پھر آپ ﷺ نے میرے پاس یہ چغہ کیوں بھیجا؟ آپ ﷺ نے فرمایا:(میں نے تیرے پہننے کو نہیں بھیجا) تو اس کو بیچ ڈال اور اس کی قیمت اپنے کام میں لا۔''

آنحضور ﷺ سے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ جبہ آپ ﷺ عید کے دن پہنا کیجیے۔اسی طرح وفود آتے رہتے ہیں۔ان سے ملاقات کے لئے بھی آپ اس کا استعمال کیجئے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عید کے دن زیبائش و آرائش کرنی چاہئے۔(۲۳)

اس حدیث سے متعلق یہ نکتہ نکالا ہے کہ مردوں کو چھوٹا موٹا سوتی اونی کپڑا کافی ہے۔ ریشمی اور باریک کپڑے یہ عورتوں کے لئے سزاوار ہیں۔ اسلام نے مسلمانوں کو مضبوط، محنتی، جفاکش سپاہی بننے کی تعلیم دی نہ عورتوں کی طرح بناؤ سنگھار اور نازل بدن بننے کی۔ اسلام نے عیش و عشرت کا ناجائز باب مثلاً نشہ، شراب خوری، وغیرہ بالکل بند کر دیا۔ لیکن مسلمان اپنے پیغمبر ﷺ کی تعلیم کو چھوڑ کر نشہ اور رنڈی بازی میں مشغول ہوئے اور عورتوں کی طرح چکن ململ اور ریشمی گوٹا کناری کے کپڑے پہننے لگے۔ ہاتھوں میں کڑے اور پاؤں میں مہندی، آخر اللہ تعالیٰ نے ان سے حکمت چھین کر دوسری مردانہ قوم کو عطا فرمائی۔ (۲۴)

اگر چہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جو ریشم پہنتا ہے اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ لیکن عیدین اور وفد کے موقع پر خوبصورتی اختیار کرنے کی تردید نہیں فرمائی اور یہیں سے باب کے عنوان کی حدیث سے مطابقت ثابت ہوتی ہے۔

حضرت عمرؓ کا کہنا ہے کہ اس کے ساتھ خوبصورتی اختیار کریں۔ عید کے موقع پر، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عید کے دن خوبصورتی اختیار کرنا انکی پختہ عادت تھی۔ اور اس کا رسول اللہ نے انکار نہیں کیا تو اس (سنت) کے باقی رہنے کا علم حاصل ہوا۔

عید کے دن کھیل اور گانا:

"عن عائشة قالت دخل علی رسول الله ﷺ و عندی جا ریتان تغنیان بغناء بعاث، فا ضطجع علی الفراش وحول وجهه وجاء أبو بكر فانتهر نی وقال: مذمارة الشیطان عندالنبی ﷺ؟فأ قبل علیه رسول الله ﷺ فقال: دعهما 'فلما غفل غمزتهما فخرجتا' و کان یو م عید یلعب فیه السود ان بالدرق والحراب ،فاما سألت النبی ﷺ واما قال: تشتهین تنظرین ؟قلت : نعم فأ قامنی وراءهٗ خدی علی خده وهویقول : دونکم یا بنی أرفدة ،حتی اذا مللت قال: حسبك قلت نعم ، قال : فاذهبی۔"(۲۵)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ میرے پاس تشریف لائے اس وقت (انصار کی) دو لڑکیاں میرے گھر میں بعاث کی لڑائی کا قصہ گا رہی تھیں۔ آپ ﷺ بچھونے پر لیٹ گئے اور اپنا منہ پھیر لیا اور ابوبکرؓ آئے انہوں نے مجھے جھڑکا اور کہا یہ شیطانی باجا آنحضرت ﷺ کے سامنے۔ آخر آپ ﷺ نے ان کی طرف منہ کیا اور فرمایا جانے دو (خاموش رہو) جب ابوبکرؓ دوسرے کام میں لگ گئے تو میں نے ان لڑکیوں کو اشارہ کیا وہ چل دیں۔ یہ دن عید کا تھا۔ اس دن حبشی لوگ ڈھال اور برچھیوں سے کھیل کرتے تو یا تو میں نے آنحضرت ﷺ سے خواہش کی یا خود آپ ﷺ نے فرمایا تو کھیل دیکھنا چاہتی ہے۔ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ ﷺ نے مجھ کو اپنے پیچھے کھڑا کر لیا۔ میرا گال آپ ﷺ کے گال پر تھا۔ آپ ﷺ فرماتے تھے کھیلو کھیلوا ے بنی ارفدہ جب میں اکتا گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا بس، میں نے کہا جی ہاں۔ فرمایا اچھا جا۔

ایک اور روایت ہے:

"عن عاشة رضى الله عنها قالت: دخل أبو بكر وعندى حا ريتان من جوارى الأنعار تغنيان مما تقاولت الأنصار يوم بعاث ‘قالت: وليستا بمغنيتين ‘فقال أبو بكر :أبمزا ميرا الشيطان فى بيت رسول الله ﷺ ؟ وذالك فى يو م عيد فقال رسول الله ﷺ : يا أبابكر ‘ان لكل قوم عيدا وهذا عيدنا۔"(۲۶)

ترجمہ: ''حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ابو بکرؓ آئے اس وقت میرے پاس انصار کی دو لڑکیاں وہ شعر گا رہی تھیں جو بعاث کی جنگ میں انہوں نے کہے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا یہ لڑکیاں کچھ ڈومنیاں نہ تھیں۔ ابو بکرؓ نے کہا یہ ہائیں یہ شیطانی باجے آنحضرت ﷺ کے گھر میں' اور یہ عید کا دن تھا۔ آخر آنحضرت ﷺ نے ابو بکرؓ سے فرمایا ابو بکرؓ ہر قوم میں عید ہوا کرتی ہے اور آج ہماری عید ہے۔''

عید کے دن عام دنوں سے زیادہ خوشی کا اظہار کرنا چاہیئے:

ابن منیرؒ نے لکھا ہے کہ امام بخاریؒ کا اس عنوان سے مقصد یہ ہے کہ عید کے دن عام دنوں سے زیادہ خوشی اور انبساط کا مظاہرہ کرنا چاہیئے۔

وہ لڑکیاں جو اشعار پڑھ رہی تھیں۔ قرطبی نے اس پر لکھا ہے کہ عام طور سے گانے والی عورتیں جس طرح ہوتی ہیں یہ ان میں نہیں تھیں۔ بلکہ عید کی خوشی میں پڑھ رہی تھیں۔ یہاں حضور اکرم ﷺ کے طرزِ عمل پر بھی غور کرنا چاہیئے کہ آپ ﷺ نے اگرچہ روکا نہیں لیکن خود اس میں شرکت بھی نہیں کی۔ بلکہ چہرہ دوسری طرف کر لیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ یہ چیز جائز ہے لیکن کچھ شریعت کی نظر میں پسندیدہ بھی نہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

''بعض مباح ایسے ہوتے ہیں کہ ان پر اصرار گناہ صغیرہ بن جاتا ہے۔''(۲۷)

آپ ﷺ نے فرمایا ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔ قسطلانی نے کہا یعنی خوشی کا دن ہے اور خوشی میں جیسے شادی وغیرہ ان امور پر انکار نہیں ہوسکتا۔ اب غنا مع المز امیر میں علماء کا اختلاف ہے۔ ہمارے اصحاب میں امام ابن قیمؒ جوزی نے اس کی حرمت کو ترجیح دی ہے اور امام ابن حزمؒ نے اس کی اباحت کو لیکن نفس غنا بغیر مزامیر کے وہ تو اکثر کے نزدیک مباح ہے اور یہ مسئلہ اختلافی ہے اور حضرات صوفیہ نے دل کو نرم کرنے کے لئے بہ شروط اس کا استعمال کیا ہے۔ اس حدیث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ عورت بیگانے مردوں کو دیکھ سکتی ہے اور امام بخاریؒ نے اس کے لئے ایک باب قائم کیا ہے۔

باب المراة الى الجيش و غيرهم من غير ريبة۔ یعنی جب فتنے کا خوف نہ ہو۔ امام نووی نے کہا شہوت کے ساتھ دیکھنا تو بالاتفاق حرام ہے۔ اسی طرح جب فتنے کا خوف ہو۔(۲۸)

عید کے دن یہ بھی سنت ہے کہ کچھ گانا بجانا خوشی کی باتیں ہوں اور شادی کو بھی اسی پر قیاس کیا ہے۔ قسطلانی نے کہا اس دن خوشی کرنا یہ دین کی ایک نشانی ہے اور اس حدیث سے یہ دلیل لی ہے کہ چھوکری کا گانا سننا درست ہے

گو وہ اپنی لونڈی نہ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے خود بھی سنا اور ابو بکرؓ کو بھی اس کے سننے سے منع نہ کیا اور جن لوگوں نے صوفیہ پر یہ طعن کیا ہے کہ یہ گانا تو جنگ کی شجاعت اور دلاوری کی باتوں کا تھا۔اس سے وہ گانا کیونکر درست ہوگا جو صوفیہ سنا کرتے ہیں۔ان کا جواب یہ ہے کہ جب کھیل کود کی باتوں میں گانا درست ہوتو جس گانے میں اللہ کی عظمت کا بیان ہو اور اس سے اللہ اور رسول ﷺ کی محبت پیدا ہو وہ کیونکر نا درست ہوگا اور اہل حدیث کو اس مقدمہ میں انصاف کرنا چاہئے نہ کہ غلو اور تشدد، اور ہمارے اصحاب میں سے اگر ابن قیم نے اس سے منع کیا ہے تو ابن حزم نے اجازت دی ہے۔دونوں اکابر محدثین اور علماء ظاہر میں سے ہیں اور دونوں ہمارے پیشوا ہیں۔البتہ ابو حنیفہؒ نے غنا کو حرام کہا ہے کہ تو حنفیوں کو اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔جن دلیل سے کچھ واسطہ نہیں۔(۲۹)

''مسرت کے اس طریقہ اظہار کا نام ''تقلیس'' تھا۔جس کے معنی دف بجانے،گانے اور دلچسپی کے لئے شمشیر بازی،نیزہ بازی وغیرہ کے کھیل تماشے دکھانے کے ہیں بعض لوگوں کے نزدیک ان کے معنی یہ ہیں کہ لڑکے اور لڑکیاں راستوں پر کھڑے ہو کر ڈھول بجا کر اچھلیں کودیں، تماشے دکھائیں، عہد رسالت میں عید کے دن اس کا اس قدر رواج تھا کہ جب صحابہ کو کسی جگہ عید کے دن اظہار مسرت کا یہ طریقہ نظر آتا تھا، تو انکو تعجب ہوتا تھا، چنانچہ ایک بار حضرت عیاض اشعریؓ نے انبار میں عید کی تو فرمایا کہ جس طرح رسول اللہ کے پاس لوگ ''تقلیس'' کیا کرتے تھے، اس طرح تم لوگ کیوں نہیں کرتے۔''(۳۰)

"عن قیس بن سعد قال ماکان شئی علیٰ عھد رسول اللہ ﷺ الا وقدر ایتہ الا شئی واحد فان رسول اللہ ﷺ یقلس لہ یوم الفطر۔"(۳۱)

حضرت قیس بن سعد سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں جتنی چیزیں تھیں، وہ سب میں نے دیکھیں مگر ایک بات نہیں دیکھی، وہ یہ ہے کہ عید الفطر کے روز آپؐ کے لئے گانا بجانا ہوتا۔اس حدیث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ گانے اور بجانے میں کوئی قباحت نہیں بشرطیکہ محرمات شرعیہ سے خالی ہو۔جیسے جوان اجنبی کا گانا یا مرد خوبرو کا گانا یا زنا اور کفر کے مضامین گانا۔لیکن حنفیہ احادیث صحیحہ کے برخلاف عید اور شادی میں بھی گانا بجانا حرام جانتے ہیں اور ان کے فقہا نے تصریح کی ہے حرمت کی اپنی کتابوں میں۔(۳۲)

عید کے دن خوشی کے اس طریقہ کی اجازت کا فلسفہ:

عیدین کے دن خوشی و مسرت کے اس طریقہ کے اظہار کی اجازت کا فلسفہ یہ ہے کہ فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ قوم کی زندگی میں سال میں ایک دو موقع ایسے مذہبی اور قومی جشن کے آئیں جن میں لوگ کھل کر خوشی کر سکیں اور متین آدمی کچھ دیر انبساط خاطر کا اظہار کر لے، اسی لئے ان دونوں میں روزے رکھنے کی ممانعت آئی ہے۔(۳۳)

ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ہے کہ "ان لکل قوم عیدا"، تو یہ ایسا ہی ہے جیسے قرآن میں کہا گیا:
﴿ولکل وجھۃ ھو مولیھا۔﴾(۳۴)

ترجمہ: ہر ایک کے لئے ایک سمت ہے جس کا وہ رخ کرتا ہے۔"

یا جیسے ارشاد ہوا:

﴿لکل جعلنا منکم شرعة ومنها جا﴾ (۳۵)

ترجمہ: "ہم نے سب کے لئے شریعت وطریقت بنائی ہے۔"

یہ فلسفہ تاریخ کے مسلمات میں داخل ہے کہ ہر قوم ایک ممتاز تہذیبی خصوصیت کی حامل اور مخصوص طرز زندگی پر عامل رہی ہے۔اس لئے جس طرح ہم غیروں کے دین وشریعت میں شریک نہیں، تہذیبی شعائر میں حصہ دار نہیں۔اسی طرح ان کی عیدوں، میلوں اور تہواروں سے بھی الگ رہنا ہے، حدیث میں "ھذا عیدنا" (یہی ہماری عید ہے) کا جملہ بتاتا ہے کہ اس کے سوا ہمارے لئے اور کوئی عید نہیں۔(۳۶)

انوار الباری میں لکھا ہے کہ:

وھذا عیدنا پر حضرت نے فرمایا کہ یہ حدیث لانے کا مقصد امام بخاری یہ بتلاتے ہیں کہ عید کے دن میں سارے مسلمانوں کے لئے وہ سب کھیل تماشے اور دل بہلانے، خوشی منانے کے طریقے جائز ہیں، جن میں کوئی شرعی قباحت اور گناہ نہ ہو۔حاشیہ لامع میں اس مضمون کی تائید علامہ عینی وکرمانی کی عبارات سے بھی پیش کیا گیا ہے اور عید کے موقع پر اظہار سرور کو شعائر دین سے ثابت کیا ہے۔(۳۷)

"گانے میں علماء کا اختلاف ہے۔اہل حجاز کی ایک جماعت اس کو مباح کہتی ہے اور مالک کی ایک روایت بھی یہی ہے کہ ابوحنیفہ اور اہل عراق نے حرام کہا ہے اور شافعی مذہب میں مکروہ ہے اور امام مالک کا یہی مذہب مشہور ہے اور جن لوگوں نے مباح کہا ہے ان کی دلیل یہی حدیث ہے اور جن لوگوں نے منع کیا ہے انہوں نے جواب دیا ہے کہ یہ گانا شجاعت، بہادری اور جرأت بڑھانے والا تھا اور ان میں کوئی مفسدہ نہ تھا۔بخلاف اس گانے کے جو رغبت دلانے والا ہے شر اور زنا کی قاضی عیاض نے کہا ہے کہ ان لڑکیوں کا گانا اشعار جنگ اور فخر، شجاعت اور ظہور کا غلبہ تھا اور اس میں لڑکیوں کے فساد کا وہم نہیں تھا اور یہ گانا اس قسم میں نہ تھا جس میں اختلاف ہے اور یہ تو صرف شعروں کا پڑھنا تھا ذرا بلند آواز سے اور اسی لئے حضرت عائشہ نے فرمایا کہ وہ کچھ گانے والیاں تھیں کہ جو شوق دلاتی ہیں فحش کی اور یاد دلاتی ہیں۔شورش شباب اور جوش جوانی کو نہ صرف ان کے اشعار ایسے تھے جن سے یہ سرور پیدا ہوں کہ ان کو غزل کہتے ہیں کہ اس کیلئے یہ مثل مشہور ہے۔الغنا رقیة الزنا یعنی غنا زنا کا منتر ہے اور نہ گانا ان لڑکیوں کا ایسا تھا جس میں گنکرے ہوں اور تانیں ہوں اور آوازوں کا ملانا اور لفظوں کا گھٹنا بڑھانا عرب کا قاعدہ ہے کہ صرف شعروں کے پڑھنے کو گانا کہتے ہیں۔غرض یہ گانا وہ ہرگز نہیں جس میں اختلاف ہے بلکہ یہ مباح ہے اور صحابہ کرام نے اس کو روا رکھا ہے کہ یہ شعروں کا پڑھنا ہے۔جس میں مضمون فسق کا نہیں اور جائز رکھا ہے آخر انہوں نے ان اشعار کو جو اونٹوں کے چلانے کے لئے پڑھے جاتے ہیں اور پڑھے گئے اشعار

نبی ﷺ کے روبرو غرض یہ سب مباح ہیں حرام نہیں۔''(۳۸)

آنحضور ﷺ جب لڑکیاں گا رہی تھیں تو چپ رہے اور وہ اس وجہ سے کہ لڑکیاں ایک مباح کام میں تھیں اور آپؐ نے منہ اس لئے ڈھانپ لیا کہ وہ شرمائیں نہیں معلوم ہوا کہ دف وغیرہ مباح ہے سرور اور خوشی کے وقت دوسری روایت میں وارد ہوا ہے کہ وہ حبشی رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں کھیلتے تھے۔اس سے ثابت ہوا کہ ہتھیاروں کا کھیل مثلاً بندوق کی گولی یا تیر کا نشانہ یا بانک پٹہ وغیرہ بہ نیت جہاد مسجد میں سیکھنا اور کھیلنا جائز ہے۔اگر عورتیں ایسے کھیل مردوں کے دیکھیں تو جائز ہے بغیر اس کے کہ ان مردوں کی نظر عورتوں کے بدن پر پڑے۔(۳۹)

عید الفطر مسلمانوں کا پہلا تہوار ہے۔اس کے ذریعہ خوشی کو حاصل کرنے کیلئے لباس، زیبائش، طعام، کھیل و تفریح کے تمام امور سرانجام دینا نیکی اور خیر کے کام ہیں۔اس میں شریعت کے مطابق ان امور کی ادائیگی اللہ تعالیٰ کی دی گئی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کا بہترین طریقہ کار ہے۔اسی سلسلہ میں دوسرا تہوار عید الاضحیٰ ہے۔

عید الاضحیٰ:

مسلمانوں کا دوسرا تہوار عید الاضحیٰ ہے۔جو ہر سال 10 ذی الحجہ کو تمام دنیائے اسلام میں نہایت جوش اور جذبے سے منایا جاتا ہے۔عید الاضحیٰ میں دنیا بھر کے مسلمان خدا کے حضور اپنے جانوروں کی قربانی کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت کو تازہ کرتے ہیں۔ایک بار صحابہ کرامؓ نے اسی کے بارے میں نبی ﷺ سے پوچھا:

"ماھذا الاضاحی؟یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"۔

ترجمہ: ''یہ قربانی کیا ہے؟ یارسول اللہ ﷺ!۔''

ارشاد فرمایا:

"سنة ابیکم ابراھیم صلوة اللہ وسلامه"۔

ترجمہ: ''یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے۔''

بے شک ہر سال مسلمانانِ عالم کروڑوں جانوروں کی قربانی کر کے جانثاری اور فدائیت کے اس بے نظیر واقعہ کی یاد تازہ کرتے ہیں جو آج سے تقریباً سوا پانچ ہزار سال پہلے عرب کی سرزمین میں خدا کے گھر کے پاس پیش آیا تھا۔ کیسا رقت انگیز اور ایمان افروز ہوگا وہ منظر جب ایک بوڑھے اور شفیق باپ اپنے نوخیز لختِ جگر سے کہا:

﴿یٰبُنَیَّ اِنِّیۤ اَرٰی فِی الۡمَنَامِ اَنِّیۡۤ اَذۡبَحُکَ فَانۡظُرۡ مَاذَا تَرٰی ط﴾ (۴۰)

ترجمہ: ''اے میرے پیارے بیٹے!میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔بتا تیری کیا رائے ہے؟اور لائق فرزند نے بے تامل کہا''۔

﴿یٰۤاَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیۡنَ﴾ (۴۱)

ترجمہ: ''اے میرے ابا جان! آپ کو جو حکم دیا جا رہا ہے اسے کر ڈالیے' آپ انشاء اللہ مجھے صابروں میں سے

پائیں گے۔''

اور پھر اخلاص و وفا کے اس پیکر نے خوشی خوشی اپنی معصوم گردن زمین پر اس لئے ڈال دی کہ خدا کی رضا اور تعمیل حکم کے لئے اس پر تیز چھری پھیر دی جائے اور ایک ضعیف اور رحمدل باپ نے اپنے محبوب لخت جگر کے سینے پر گھٹنا ٹیک کر اس کی معصوم گردن پر اس لئے تیز چھری پھیر دینے کا ارادہ کرلیا کہ اس کے رب کی مرضی اور حکم یہی ہے۔''(۴۲)

اطاعت و فرمانبرداری کا یہ بے نظیر منظر دیکھ کر رحمت خداوندی جوش میں آگئی اور ندا آئی۔

﴿وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰاِبْرٰهِيْمُo قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَo اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُo﴾ (۴۳)

ترجمہ: ''اور ہم نے انہیں ندا دی کہ اے ابراہیم! تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا' ہم وفادار بندوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔ یقیناً یہ ایک کھلی آزمائش تھی۔

اس وقت ایک فرشتے نے ابراہیم علیہ السلام کے سامنے ایک مینڈھا پیش کیا کہ وہ اس کے گلے پر چھری پھیر جاں نثاری اور وفاداری کے جذبات کی تسکین کریں' اور خدا نے رہتی دنیا کے لئے یہ سنت جاری کردی کہ دنیا بھر کے مسلمان ہر سال اسی دن جانوروں کے گلے پر چھری پھیر کر اس بے نظیر قربانی کی یاد تازہ کریں۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ۔﴾ (۴۴)

ترجمہ: اور ہم نے ایک بڑی قربانی فدیے میں دے کر اس (نوعمر بچے) کو چھڑا لیا۔

بڑی قربانی سے مراد قربانی کی یہی سنت ہے جس کا اہتمام ہر سال اسی دن مسلمانان عالم دنیا کے گوشے گوشے میں کرتے ہیں اور لاکھوں مسلمان تو مکے کی اس سرزمین پر اس سنت کو تازہ کرتے ہیں جہاں واقعہ پیش آیا تھا۔

یہ تہوار اس بے نظیر قربانی کی یاد ہے جو اب سے چار ہزار برس پہلے خدا کے ایک سچے فرمانبردار بندے یعنی حضرت ابراہیم نے اپنے مالک کے حضور پیش کی تھی۔ ٹھیک اسی تاریخ کو اسی وقت تمام مسلمان وہی فعل عملاً کر کے اس جذبے کو تازہ کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم کی طرح وہ بھی خدا کے مسلم اور مطیع و فرمان بندے ہیں۔ اس نیت کا اظہار مسلمان جانور کو ذبح کرنے کے فعل سے اور ان الفاظ سے کرتے ہیں جو ذبح کے وقت زبان سے ادا کیے جاتے ہیں۔ ان الفاظ کے متعلق قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

﴿اِنِّىْ وَجَّهْتُ وَجْهِىَ لِلَّذِىْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ (۴۵)

ترجمہ: ''میں نے اپنا رخ پھیر دیا اس ذات کی طرف جس آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے میں نے ٹھیک اسی طریقہ کا پیرو ہوں جو ابرہیمؑ کا طریقہ تھا میں خدا کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرانے والوں میں نہیں ہوں۔''

اسی صورت میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿إِنَّ صَلَاتِي وَ نُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَo لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ﴾ (۴۶)

ترجمہ: ''بے شک میری نماز اور میری قربانی' میری زندگی' اور میری موت سب کچھ اللہ پروردگار عالم کے لئے ہے۔ جس کا کوئی شریک نہیں' اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں (خدا کے) فرمانبردار بندوں میں سے ہوں۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نہ تو اس قربانی کا یکا یک مطالبہ کیا گیا تھا' اور نہ یکا یک اس عظیم قربانی کے لئے تیار ہو گئے تھے' بلکہ ان کی پوری زندگی ہی قربانیوں کی یادگار ہے۔ حیات ابراہیمؑ کو اگر قربانی کی تفسیر کہا جائے تو زیادہ صحیح ہوگا۔ خدا کی راہ میں قربانی دینے کا مفہوم اگر آپ جاننا چاہیں تو ضروری ہے کہ آپ ابراہیمؑ کی زندگی کو پڑھیں ۔خدا کی خاطر آپ ماں باپ کی شفقتوں سے محروم ہوئے ۔ان کی دولت اور آسائش سے محروم ہوئے' خاندان اور برادری کی حمایت اور سہارے سے محروم ہوئے' خاندانی گدی سے محروم ہوئے وطن عزیز سے نکلنا پڑا۔ خدا ہی کی خاطر آتش نمرود میں بے خطر کود کر آپؑ نے خدا کے حضور اپنی جان نذر کر دی' اور خدا ہی کی رضا اور اطاعت میں آپؑ نے اپنی محبوب بیوی اور اکلوتے بچے کو ایک بے آب و گیاہ ریگستان میں لا کر ڈال دیا اور جب یہی بچہ ذرا سن شعور کو پہنچ کر کسی لائق ہوا تو حکم ہوا کہ اپنے ہاتھوں سے اس کے گلے پر چھری پھیرو اور دنیا کے ہر سہارے اور تعلق سے کٹ جاؤ' اور مسلم حنیف بن کر اسلام کی تصویر پیش کرو۔ (۴۷)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِينَ﴾ (۴۸)

ترجمہ: ''جب ان سے ان کے رب نے کہا' مسلم ہو جا تو اس نے بے تامل کہا ''میں رب العالمین کا مسلم ہو گیا۔''

قربانی کا مقصد:

دراصل اسی واقعہ کو تازہ کرنا اور انہی جذبات کو دل و دماغ پر حاوی کرنا قربانی کی روح کا اصل مقصد ہے۔ اگر یہ جذبات اور ارادے نہ ہوں، خدا کی راہ میں قربان کی آرزو اور خواہش نہ ہو، خدا کی کامل اطاعت اور سب کچھ اس کے حوالے کر دینے کا عزم اور حوصلہ نہ ہو، تو محض جانوروں کا خون بہانا، گوشت کھانا اور تقسیم کرنا قربانی نہیں ہے، بلکہ گوشت کی ایک تقریب ہے جو ہر سال آپ منا لیا کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کی سنت کو تازہ کر دیا ہے۔ خدا کو نہ جانوروں کے خون کی ضرورت ہے نہ گوشت کی اس کو تو اخلاص و وفا اور تقویٰ و جاں نثاری کے وہ جذبات مطلوب ہیں جو آپ کے دل میں پیدا ہوتے ہیں۔ (۴۹)

﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ﴾ (۵۰)

ترجمہ: ''اللہ کو نہ ان جانوروں کے گوشت پہنچتے ہیں، اور نہ ان کا خون، اسے تو صرف تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔''

قرآن میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے خواب میں اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کرنے کا اشارہ پایا تھا۔ اس کے امتثال میں وہ واقعی اپنے بیٹے کو قربان کرنے پر آمادہ ہوگئے۔ جب انہوں نے اپنے لخت جگر کو ماتھے کے بل پچھاڑ دیا تو اللہ نے فرمایا کہ:

''اے ابراہیمؑ! تو نے خواب سچ کر دکھایا، ہم اسی طرح نیک بندوں کو جزا دیتے ہیں۔'' (۵۱)

اس قصے کا صاف مفہوم جس کو ہر صاحب فہم آدمی پہلی نظر میں محسوس کر سکتا ہے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل کی آزمائش کرنی چاہی تھی، اس لئے بیٹے کو ذبح کرنے کا صریح حکم نہ دیا بلکہ کنایۃً خواب میں ایسا دکھایا کہ اپنے لخت جگر کو ذبح کر رہے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ چونکہ خدا کی محبت پر ہر محبت قربان کرنے کا جذبہ رکھتے تھے، اس لئے وہ محبوب حقیقی کے محض اس ذرا سے ڈھکے چھپے اشارے ہی پر بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے آمادہ ہوگئے۔ یہی اصل قربانی تھی اور جب پوری ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے بیٹے کا خون بہانے سے روک دیا اور ایک ''ذبح عظیم'' کو اس کا فدیہ بنا دیا۔ (۵۲)

حضرت اسماعیلؑ نے جب اپنے آپ کو قربان کرنے کے لئے پیش کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی جگہ جنتی دنبہ ذبح کرا دیا۔ گویا اس دنبہ کی قربانی فی الحقیقت حضرت اسماعیلؑ کے نفس کی قربانی تھی۔ اس عظیم مقصد کو زندہ رکھنے کے لئے حضور اکرم ﷺ نے ایک سو اونٹ ذبح کر کے امت کو سبق دیا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر سو مرتبہ میری جان قربان ہے۔ اسی لئے امت مسلمہ پر اس سنت ابراہیمی کے مقصد کو قائم رکھنے کے لئے ہر سال عید الاضحیٰ کے دن قربانی کرنا واجب ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی غلامی کا ثبوت قائم رہے۔ تعمیر کعبہ اور قربانی اسماعیل کی خوشی میں عید الاضحیٰ منائی گئی۔ اس قربانی کرنے کے بعد احکام خداوندی کی مخالفت کرنا بغاوت کے مترادف ہے۔ (۵۳)

ہر قوم کے لئے سال میں کوئی نہ کوئی ایسا دن ضرور آتا تھا جس میں وہ جشن مناتے تھے اور زیب و زینت کرتے تھے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ عرب اور عجم کی سب اقوام میں تہوار منائے جاتے تھے۔ ان تہواروں میں مختلف قسم کے کھیل، نشانہ بازی اور گھڑ سواری کا مظاہرہ ہوتا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں اہل مدینہ میں بھی یہ تہوار منائے جاتے تھے وہ دو دن جو اہل مدینہ نے ہجرت سے قبل مقرر کر رکھے تھے وہ ''یوم نیروز اور یوم مہر جان'' تھے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ ان کے تبدیل کرنے کی یہ ضرورت ہوئی کہ لوگوں میں کوئی دن خوشی کا نہیں ہوتا مگر مقصود اس سے اظہار شعار دین یا آئمہ مذہب کے موافقت یا کوئی اسی قسم کی اور بات ہوتی ہے۔ اس سے آنحضرتؐ کو اس بات کا خیال ہوا کہ اگر ان کو آپ نے اسی حالت میں چھوڑ دیا تو ایسا نہ ہو کہ جاہلیت کی رسم باقی رہ جائے یا پچھلوں کے طریقہ کی ترویج ان میں پائی جائے۔ پس اسی لئے آپؐ نے بجائے ان دونوں کے ایام عیدین کو مقرر فرمایا اور ان میں ملت حنفیہ کے شعار کی عظمت ہے اور باوجود تحمل کے ان میں ذکر خدا اور ابواب

بندگی کو ملایا۔ یہ اس لئے تا کہ اجتماع مسلمانوں کا صرف لعب نہ ہو اور تا کہ ان کا باہم اکٹھا ہونا خدا کے کلمہ کے بلند ہونے سے خالی نہ ہو۔(۵۴)

عیدالاضحیٰ ہر سال دس ذوالحجہ کو منائی جاتی ہے۔اس دن صاحب استطاعت شخص پر قربانی کرنا واجب قرار دیا گیا ہے اور اس قربانی کے گوشت میں غریب لوگوں کو بھی شامل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔تا کہ وہ بھی اس موقع پر دوسروں کی طرح خوشیوں میں شریک ہوسکیں اور جس طرح امیر لوگ گوشت کھاتے ہیں۔اسی طرح اس دن اللہ تعالیٰ نے غریبوں کے لئے بھی قربانی کا گوشت کھانے کا بندوبست کیا ہے۔دنیا کے کسی مذہب میں بھی اس طرح کی غریبوں کے ساتھ سلوک کی مثال نہیں ملتی۔اسی لئے ترغیب دی گئی ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کیے جائیں۔ایک اپنے لئے دوسرا رشتہ داروں کے لئے اور تیسرا غرباء ومساکین کے لئے۔یہ طریقہ کار افضل ہے۔

اس طرح اسلامی معاشرہ کے تمام طبقات عید کی خوشی میں شریک رہتے ہیں جس سے معاشرہ میں خوشی کی لہر دوڑتی ہے وہاں پر اللہ سبحانہ تعالیٰ کی تکبیر اور حمد وثنا کی جاتی اور سنت ابراہیمی پر عمل کرنے،انبیاء کی اطاعت کا جذبہ بھی زندہ رہتا ہے۔اس عید کے جہاں معاشرتی وروحانی فوائد ہیں وہیں پر معاشی فوائد بھی اپنی اہمیت کے حامل ہیں۔

نتائج تحقیق:

قرآن وسنت کی تعلیمات سے اسلامی معاشرہ میں دوتہوار یعنی عیدین ہی ثابت ہیں۔اس لئے ان تہواروں کو سیرت نبویؐ سے حاصل رہنمائی کے مطابق منانا اور معاشرہ میں خوشی وانبساط کا ماحول پیدا کرنا ہے۔جہاں سنت نبویؐ ہے وہاں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے فطرت انسانی کی تکمیل کا ایک اہم ذریعہ بھی ہے۔ان دوعیدوں کے علاوہ باقی تہوار علاقائی اور مقامی تو ہوسکتے ہیں لیکن اسلامی نہیں۔اسلامی تہوار صرف دو ہیں۔

1۔عیدالفطر　　　　2۔عیدالاضحیٰ

☆ باقی تہوار اگر شریعت کی مخالفت میں نہ ہوں تو ان کا منانا بھی مستحب ہے۔

☆ عیدین کے موقع پر کھیل،زیب وزینت اور کھانے پینے میں فراوانی کے تمام امور سیرت نبویؐ سے ملتے ہیں۔لہٰذا امت مسلمہ کو اپنے معاشرے میں عیدین کے تہواروں کو جوش وجذبے سے منانا اور ان میں معاشرہ کے تمام طبقات کو شامل کرنا انتہائی ضروری ہے تا کہ وسائل سے محروم طبقہ بھی ان تہواروں میں خوشی ومسرت کا اظہار کر سکے اور اپنی معاشی وسماجی پریشانیوں سے نجات حاصل کر سکے۔

☆ عیدین کے تہوار اسلامی تعلیمات کے مطابق منانا خوشی اور مسرت کے معمول کے ساتھ شکران نعمت کا بہترین نمونہ ہے۔ان تہواروں سے معاشرتی ناہمواریاں ختم یا کم کرنے میں بڑی مدد لی جاسکتی ہے جو کہ عصر حاضر کی اہم ضرورت ہے۔

☆ ان تہواروں میں نادار افراد کی کفالت اور ان کو خوشی و مسرت میں شامل کرنا اہل ثروت پر واجب قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے ہمیں چاہیے کہ ہم عیدین کے تہواروں میں معاشرہ کے ان ضرورت مند افراد کو بھرپور طریقے سے شامل کریں۔ ان کی مالی امداد کریں تاکہ اس خوشی کے دن ان کا احساس محرومی ختم ہو جائے۔

حواشی وحوالہ جات

1۔ سرہندی، وارث، علمی لغت، علمی کتب خانہ، کبیر سٹریٹ اردو بازار لاہور، 1976ء، ص479

2. The Oxford English Dictionary, Glarendon press, oxford 1989 vol-5, p 783.

3۔ شہاب رفیع اللہ، اسلامی تہوار اور رسومات، دوست ایسوسی ایٹس، اردو بازار لاہور، ص10

4۔ امتیاز احمد سعید، اسلامی تقریبات، مجلس علوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج، لاہور، 1970ء، ص23

5۔ اسد القادری، مولانا، سیرت الرسول، آئیڈیل پیکجز، مشہور محل، آئی آئی چندری گر روڈ کراچی، س ن، ج2، ص440

6۔ ابوداؤد، سلمان بن اشعث، شجستانی، مترجم، علامہ وحید الدین زماں، سنن ابی داؤد، اسلامیہ اکادمی، لاہور 1983ء باب صلوٰۃ العیدین، 426/1

7۔ جعفری، رئیس احمد، دین و دنیا، تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور، ص276-277

8۔ القرآن، الانعام، 163-164

9۔ آزاد ابوالکلام، عیدین، انشاء پریس لاہور، 1956ء، ص7

10۔ وارثی، محمد عنایت اللہ، اسلامی تقریبات، پروگریسو بکس، 40بی اردو بازار لاہور، 1958ء، ص164

11۔ القرآن، الیونس:58   12۔ القرآن، البقرۃ:183

13۔ ایضاً، 185

14۔ شہاب، رفیع اللہ، اسلامی تہوار و رسومات، ص29

15۔ اسد القادری، سیرت رسول، ص445

16۔ القرآن، الحج:67   17۔ ایضاً، 34

18۔ الدہلوی، شاہ ولی اللہ، قطب الدین، حجتہ اللہ البالغہ، (مترجم)، مولانا خلیل احمد بن مولانا سراج احمد، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ص365

19۔ کالس، اختر علی، ہمارے مذہبی اور قومی تہوار،

20۔ محمد طیب، قاری، خطبات حکیم الاسلام، ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور، جولائی 1998ء، ص603

21۔ القرآن، طٰہٰ59

22۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، ابوعبداللہ، الجامع الصحیح بخاری (مترجم) علامہ وحید الزماں، باب ماجأ فی العیدین والتجمل فیھما، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور، ستمبر 1985ء، ص446

23۔ اعظمی، ظہور الباری، مولانا، تفہیم البخاری، شرح صحیح البخاری، باب عیدین، دارالاشاعت بالمقابل مولوی مسافر خانہ، اردو بازار کراچی، ص455

24۔ وحید الزماں، علامہ، تیسر الباری، شرح صحیح بخاری، تاج کمپنی لمیٹڈ، کراچی، ص48

25۔ بخاری، الجامع الصحیح، محمد بن اسماعیل، ابوعبداللہ، باب الحراب والدرق، یوم العید، ص486

26۔ ایضاً، ص447

27۔ نووی، امام محی الدین، شرح صحیح مسلم شریف، خالد احسان، پبلیشرز لاہور، ص342

28۔ وحید الزمان، علامہ، تیسر الباری، ص49 29۔ ایضاً، ص50

30۔ ندوی، سلیمان، سید، سیرت النبی ﷺ، آفتاب عالم پریس لاہور، 1979ء، ج6، ص753

31۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، ابوعبداللہ، السنن ابن ماجہ، مترجم، علامہ وحید الزماں، سنن ابن ماجہ، باب ماجأ فی التقلیس یوم العید، اہل حدیث اکادمی، کشمیری بازار لاہور، ص59

32۔ ایضاً، ص539 33۔ ندوی، سلیمان، سید، سیرت النبی ﷺ، ج6، ص754

34۔ ایضاً، ج2، ص148 35۔ ایضاً، ج5، ص48

36۔ ابن تیمیہ، تلخیص و ترجمہ، شمس تبریز خان، اسلام اور غیر اسلامی تہذیب، ایجوکیشنل پریس کراچی، 1978ء، ص87

37۔ الکشمیری، محمد انورشاہ، انوارالباری شرح صحیح بخاری، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، س ن، ص188

38۔ نووی، امام محی الدین، شرح صحیح مسلم شریف، ج2، ص339

39۔ ایضاً، ج2، ص340

40۔ القرآن، الصافات102   41۔ ایضاً،

42۔ اصلاحی ، محمد یوسف، مولانا، شعور حیات، البدر پبلی کیشنز ، 23راحت مارکیٹ اردو بازار لاہور، ستمبر2000ء، ص132

43۔ القرآن، الصافات104-106   44۔ ایضاً، 107

45۔ القرآن، الانعام79

46۔ ایضاً، 162-163   47۔ اصلاحی، محمد یوسف، مولانا، شعور حیات، ص132

48۔ القرآن، البقرۃ131

49۔ اصلاحی، محمد یوسف، مولانا، شعور حیات، ص134-135

50۔ القرآن، الحج37

51۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، اکتوبر 1972ء، ص253

52۔ القرآن، الصافات105

53۔ قاسم، عبدالبر، القاسم دائمی صلوٰۃ جامعہ قاسم العلوم گلگشت کالونی ملتان، ص44-45

54۔ الدہلوی، شاہ ولی اللہ، قطب الدین، حجتہ اللہ البالغہ، (مترجم)، مولانا خلیل احمد بن مولانا سراج احمد، ص365